سوال

(81) الحوار التام فی مسئلۃ افشاء السلام

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

یہ رسالہ ہے جس کا میں نے نام رکھا ہے ''الحوار التام فی مسئلۃ افشاء السلام بین الأنام ''ہم کہتے ہیں)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

مجھ سے بھائی محمد حسن کنزی نے سلام عام کرنے کے بارے میں فتوی پوچھا تو میں نے دلائل کے ساتھ مختصر فتویٰ لکھا تو بھائی نے وہ فتویٰ کنز میں منصف قضاء پر فائز ایک عالم پر پیش کیا، قاضی صاحب نے صرف ایک حدیث کا کمزور بلکہ احتمالی جواب دیا انہوں نے ان مذکورہ احادیث صحیحہ وصریحہ کے منسوخ ہونے کا ہے دعوی کیا تھا حالانکہ نسخ احتمال سے ثابت نہیں کیا جا سکتا ۔

بلکہ نسخ کے لیے تین درج ذیل شرطیں ہیں ۔

اول : یہ تاریخ معلوم ہو کہ فلاں ناسخ فلاں منسوخ سے متاخر ہے ۔

دوم :: ناسخ منسوخ سے قوی تر یا صحت میں ہم پلہ ہو۔

سوم : ان دونوں میں تطبیق کسی بھی وجہ سے ممکن نہ ہو۔

تو میں نے اس مسئلے کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہا کیونکہ اس مسئلے سے متعلق فوائد بہت ہیں اور لوگ اکثر اس سے غفلت کرتے اور اکثر مفتی حضرات بعض مصنفین کی تقلید کرتے ہیں جنہوں یہ مسئلے دلیل وبرھان کے بغیر لکھا ہے جس سے یقین حاصل نہیں ہوتا ۔ میں کہتا ہوں کہ آپ بھی میرے ساتھ ان دلائل میں سکون واطمنان سے تدبر کریں اور عجلت سے کام نہ لیں ۔ نمازی کو سلام کرنا مسنون ہے اور وہ بحالت نماز اشارے سے اس کا جواب دے ،ذکرکنے والے ،تلاوت کرنے والے مؤذن پر سلام کہنا مسنون ہے اور اسی طرح عورتوں پر بھی اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو،اسی طرح کھانے میں مصروف لوگوں سمیت مسلمانوں پر سلام کیا جاسکتا ہے ،سوائے ان بعض اشخاص کے جن کا اس حکم سے مستثنیٰ ہونے پر سنت وارد ہے ،ان کا حال ہم عنقریب ذکر کریں گے اس کے دلائل دو قسم کے ہیں ۔ عام دلائل ''خاص دلائل '' ۔

عام دلائل یہ ھیں :

اول : مسلم (1 رقم93)کتاب الایمان، مشکوۃ (2 397)ابوھریرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی نے فرمایا: مومن بنے بغیر جنت میں نہیں جاسکتے،اور مومن تب بنوگے کہ تم آپس میں محبت کرنے لگو، میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں کہ جسے تم کرنے لگو تو آپس میں محبت پیدا ہوگی (وہ عمل یہ ہے)کہ آپس میں سلام عام کرو)۔ ترمذی (2 98)اس کی سند جیسے آپ دیکھ رہے ہیں صحیح ہے ۔

یہ حدیث سلام کے عام کرنے میں مطلق ہے اس کی تخصیص و تقیید جب تک شک سے مبرا دلیل نہ لائی جائے ممکن نہیں ۔ انصاف پسند اہل تدبر کے لیے یہی ایک دلیل کافی ہے اور مزید دلائل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ۔

دوم :بخاری (2 921)، مسلم(2 123)، مشکوۃ (2 397)میں براء بن عازب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ،بیمار کی عیادت ،جنازوں کے ساتھ جانا ،چھینکنے والے کو جواب دینا (بشرطیکہ وہ الحمداللہ کہے)کمزور کی مدد کرنا ،سلام عام کرنا ،قسم پوری کرنا ۔

اسی طرح مشکوۃ (1 133)میں بھی ہے ۔ تو نبی ﷺ نے افشاء سلام کا حکم فرمایا ،اور افشاء کا معنی عام کرنا اور وسیع کرنا ہے تو وہ شخص ذکر کرنے والے اور نماز وغیرہ پڑھنے والے پر سلام نہیں کرتا تو وہ افشاء السلام کے حکم کی مخالفت کرتا ہے ،اور مسلمان سنت کی مخالفت نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے پاس ایسی شرعی حجت نہ ہو جو مخالفت کو جائز کرتی ہو اور اس عام میں سے اس کی تخصیص کرتی ہو ،وباللہ التوفیق ۔

عام دلائل بکثرت ہیں ہم ان پر ہی اکتفاء کرتے ہیں ۔

خاص دلائل

(1)نمازی پر سلام کہنے کے دلائل بھی بہت ہیں

ان میں سے اول وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد رقم (927)باب رد السلام فی الصلاۃ ابن ماجہ رقم :(1017)''باب المصلی یسلم علیہ کیف یرد''میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ قباء کی طرف نماز پڑھنے نکلے راوی کہتے ہیں آپ ﷺ نماز میں تھے اور انصار نے آکر سلام کیا ،راوی کہتے ہیں میں نے بلال کو کہا کہ جب وہ سلام کہہ رہے تھے تو تم نے رسول اللہ ﷺ کو کیسے جواب دیتے ہوئے دیکھا ،تو انہوں نے کہا ایسے کرتے تھے ،اور اپنی ہتھیلی پھیلائی ۔ جعفر بن عون نے اپنا ہاتھ پھیلایا ہتھیلی کو نیچے کی طرف کیا اور اس کی پشت کو اوپر کی جانب کیا ،یہ حدیث صحیح ہے اور مدینہ میں وارد ہوئی جبکہ نماز میں کلام منسوخ ہو چکی تھی اس سے قبل مکہ میں بحالت نماز بات چیت جائز تھی غور کریں کہ صحابہ کرام کیسے اس مسئلے کی تعلیم دیتے تھے ۔

دوم : جابر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی کے لیے بھیجا (جب میں واپس آیا)تو آپ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے آپ کو سلام کہا ،آپ نے میری طرف اشارہ فرمایا ۔ فارق ہونے کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا تم مجھے ابھی سلام کہا تھا اور میں نماز پڑھ رہا تھا ،ابن ماجہ : رقم (18) مسلم :(1 204)اسی طرح ابوداؤد رقم (926)۔

سوم :صہیب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے میں نے آپ کو سلام کہا آپ نے اشارے سے جواب دیا راوی کہتا ہے میں یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے انگلی سے اشارہ فرمایا ، ابوداود :رقم (925)بسند صحیح ،ترمذی (1 367)مراجعہ کریں ،مشکوۃ(1 91)ابن ابی شیبہ (2 74)،احمد(4 332-3 380)۔

چہارم :نافع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر ایک شخص کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہا تھا ،انہوں نے سلام کیا تو اس شخص نے کلامی جواب دیا ، تو عبداللہ بن عمر واپس لوٹے اور اسے کہا جب تم مس سے کسی کو کوئی سلام کہے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اسے کلام نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہاتھ کے اشارے سے جواب دے (موطا

(1 154)مشکوۃ(1 92)ابن ابی شیبہ(2 74)

کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ بھی منسوخ ہے اور ہر حکم جو رسول اللہ ﷺ سے آئے اور وہ لوگوں میں سے کسی کی رائے کے خلاف ہو تو اس میں یا تو وہ دور کی تاویل کرتے ہیں یا پھر اسے بلادلیل منسوخ کرکے دم لیتے ہیں۔

پانچویں : ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور آپ نماز میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اشارے سے جواب دیا جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو اسے فرمایا کہ ہم پہلے نماز میں سلام کا (کلامی) جواب دیتے تھے لیکن ہمیں اس سے منع کردیا گیا ہے، بزار نے اسے حسن سند کے ساتھ نکالا ہے، اسی طرح مجمع (2 81)میں ہے۔

اس حدیث سے ہمارے لیے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز میں سلام کے جواب اشارہ کرنا

نہیں بلکہ کلامی جواب دینا منسوخ ہے۔تدبر کرے کوئی تو یہ بڑی واضح دلیل ہے۔

چھٹی : ابن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے جواب میں میری طرف اشارہ فرمایا، نکالا اسے طبرانی نے اوسط اور صغیر میں اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

المجمع (2 83)عبداللہ بن مسعود کی جو روایت صحیحن میں ہے تو اس میں کلام سے ممانعت ہوئی، اشارے سے نہیں باوجود اس کے کہ یہ حدیث مکہ میں وارد ہوئی ہے ابن ابی شیبہ (3 83)اور اسکی تفصیل (2 84)میں ہے۔

انہوں نے یہ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود جب نبی ﷺ کو سلام کہا تو آپ نے اپنے سر مبارک کو ہلا کر جواب دیا۔

ساتویں : عطاء کہتے ہیں میں ابن عباس ﷺ کو سلام کہا آپ کعبہ کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا مجھے (کلامی) جواب نہ دیا اور ہاتھ پھیلا کر مجھ سے مصافہ کیا۔

امام ابن ابی شیبہ (3 74)میں ''باب من کان یردویشیر بیدہ اوبرأسہ'' ذکر کیا ہے

آٹھویں : ابو ھریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب ہم پر کوئی سلام کہے اور آپ نماز پڑھ رہے ہوں تو ڑپ اس کا جواب دیں۔

نویں : جابر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں : نماز پڑھتے ہوئے میں کسی کو سلام نہیں کہتا اور اگر مجھ پر کوئی سلام کہے تو میں اس کا ضرور جواب دوں گا۔ابن ابی شیبہ اَیضا (2 74)۔

دسویں : عمار سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے۔میں نے آپ کو سلام کہا تو آپ نے جواب دیا، ابن ابی شیبہ باب مذکورہ میں لاتے ہیں۔کنز العمال (8 217)رقم :(22635)۔

تلک عشر کاملہ : نفس اشارہ رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث سے ثابت ہے اور اسی طرح صحابہ کرام سے بھی تو ایک عام آدمی کی رای کی وجہ سے کس طرح منع کیا جاسکتا ہے اور یہ باطل پرستوں جاہلوں کی طرح صرف دعوی نہیں بلکہ اسی کے بارے میں بعض احادیث ذرا کان لگا کر سنیں!۔

امام ابوداؤد رقم :(943)باب لاشارہ فی الصلاۃ اور عبدلرزاق نے المصنف (2 258)میں، امام بیھقی :(2 262)میں صحیح سند کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں اشارہ کرتے تھے۔

دوسری حدیث عائشہ رضی اللہ عنھا مروی ہے کہ انہوں نے نماز میں ایک عورت کی طرف اشارہ کیا تھا جو ان کے لیے ھریسہ (ایک قسم کا کھانا) لے کر آئی تھیں کہ اسے رکھ دے

۔مشکوۃ(1 51)باب احکام المیاہ۔

تیسری حدیث :''نبی ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنھا کی لونڈی کو اشارہ کی تھا ،''جیساکہ شیخان باب صلوۃ العصر'میں روایت کیا ہے ، یہ اشارہ نماز کے اندر تھا دیکھیں مسلم (1 277)بخاری(1 164)باب الاشارہ فی الصلوۃ۔امام عبدالرزاق نے المصنف(2l 258)کے باب الاشارہ فی الصلاۃمیں بہت آثار ذکر ہیں۔

اس باب میں احادیث کثیر تعداد میں آئی ہیں لیکن تنگی وقت کی وجہ سے ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

یہ ایسے دلائل ہیں کہ جن کی تردید نسخ وتاویلات بعیدوجوہ میں سے کسی وجہ سے نہیں ہوسکتی ،جن کا دعوی مدعیان علم کرتے ہیں۔ واللہ الموفق للصوب وبہ التکلان۔۔

(2) :ذاکر پر سلام بھی مسنون ہے

اس کے بھی تین قسم کے دلائل ہیں۔ دلائل عامہ تو ہم نے فتوی کے شروع میں ذکر کرتے دیئے اور دوسری قسم دلائل نمازی پر سلام کہنے کے ذکر میں ہم نے بیان کر دیئے کیونکہ نمازی بھی اللہ کا بڑا ذاکر ہے جب نمازی پر سلام کہنا جائز ہے تو عام ذکر کنے والے پر بطریق اولی جائز ہے یہ ایسی واضح دلیل ہے کہ اس کے بعد مزید کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔

تیسری قسم کی دلیل یہ ہے کہ مومن کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے وہ ذکر الہی سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔

رسول اللہ ﷺ بھی ہر حال میں ذکر کیا کرتے تھے جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے اور اللہ تعالی بھی فرماتے ہیں :

''جو اللہ تعالی کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں ''(آل عمران :191)جب تم نے ذکر کرتے وقت سلام سے منع کر دیا تو گویا تم نے مومن پر ہمیشہ سلام کہنے سے منع کر دیا،کیونکہ وہ ذکر الہی میں مشغول رہتا ہے بالفاظ دیگر ہم کہتے ہو جس کی صفت ہو اس پر سلام نہیں کہتے ہیں بلکہ ہم سلام غافلین اور کو فاسقین پر کہتے ہیں تو تم نے شریعت کی مخالفت کی جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں اس سے زیادہ واضح دلیل دوسری نہیں ہو سکتی۔

مزید دلیل کیلئے ہم کہتے ہیں کیا سلام اذکار میں سے نہیں ؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر تم کیوں ذکر سے روکتے ہو۔ اور اگر تمہارے نزدیک وہ اذکار شرعیہ میں سے نہیں تو دلیل پیش کرو ،اگر پش نہیں کر سکتے تو ان شرعی کے آگے سر خم تسلیم کرو۔ اور ذکر نے والوں پر سلام سے نہی کی دلیل کہاں ہے جبکہ نبی ﷺ نے افشاء سلام کا عام حکم دیا ہے۔

(3) قرآن کی تلاوت کرنے والے پر بھی سلام کہنا مسنون ہے

جو دلائل ہم نے ذکر کئے ان سے یہ سب کچھ ثابت ہو جاتا ہے جب نمازی پر سلام کہنا جائز ہے تو وہ نماز میں قرآن بھی تو پڑھتا ہے تو نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے والے پر بطریق اولی جائز ہے اور اس سے نہیں بھی وارد نہیں۔

اس کے بارے میں صریح دلائل میں سے ایک وہ ہے جو امام ابن قیم نے اپنی کتاب ''الوابل الصیب ''(ص :90)میں ایک شرعی قاعدہ بیان کرتے ہوئے ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ عبادت مفضولہ اپنے مطلوبہ وقت میں فاضلہ بن جاتی ہے اگرچہ وہ باقی اوقات مفضولہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں یہ بڑا مفید اصل ہے اس پر اعمال کے مراتب اور ان کو اپنے مراتب پر رکھنے کے معرفت کے دروازے کھلتے ہیں تاکہ فاضل کو چھوڑ کر مفضول کے ساتھ مشغول نہ رہے کہ فاضل اور مغضول کے درمیان فرق کا فائدہ ابلیس کو نہ پہنچے ،یا یہ کہ فاضل اور مفضول میں دیکھ کر فاضل کے ساتھ مشغول ہوجائے اور مفضول کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ وقت مفضول کا ہے اور اس کی مصلحت بالکلیہ فوت ہو جائے اس کا یہ خیال ہو کہ فاضل میں مفضول سے زیادہ ثواب ہے۔ یہاں اعمال کے مراتب ،تفاوت اور مقاصد کی معرفت اور ہر عمل کو اس کا حق دینے کی سمجھ کی ضرورت ہے۔ کہ ایک عمل کو مرتبے میں رکھنے کی صورت میں اس سے اہم عمل کے فوت ہونے کا امکان ہو۔

لیکن اس میں اہم اور افضل عمل کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے او اس کا تدارک ممکن ہے اور کسی اور وقت بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اگر یہ مفضول عمل فوت ہوجائے تو اس کا تدارک ممکن

نہیں اس لیے اس (مفضول) عمل کے ساتھ مشغول ہونا بہتر ہے۔

یہ بات اس مثال سے سمجھی جا سکتی ہے کہ سلام یا چھینکنے والے کو جواب دینے کے لیئے اگر قرأت ترک کر دی جائے اگرچہ اس سے قرأت افضل ہے کیونکہ اس مفضول (سلام یا چھینک کے جواب) کو کر لینے کے بعد فاضل (قرأت) کا اعادہ ہو سکتا ہے اس کے خلاف اگر تلاوت کے ساتھ مشغول رہے تو سلام اور چھنک کے جواب کی مصلحت فوت ہو جائے گی یہی حال تمام اعمال کا ہے جب وہ آپس میں مزاہم ہو جائیں اس شرعی قاعدہ میں غور فکر کی ضرورت ہے اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں۔

اللجنۃ الدائمۃ نے (4 8382) میں جب یہ سوال پوچھا گیا کہ اگر تلاوت میں مصروف کسی انسان کے پاس کوئی گزرتے ہوئے سلام کہے تو سلام کا جواب دینے کے لیے قرأت قطع کر سکتا ہے؟

تو انہوں نے اپنے فتوے میں تین جواب دیے ہیں۔

پہلا جواب: سلام کہنے والے کا جواب دینے کے بعد اپنی قرأت کی طرف لوٹ آئے تاکہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں۔

دوسرا جواب: سنت یہی ہے کہ اس پر سلام ڈالے کیونکہ صحیح حدیث سے ملاقات کے وقت سلام اور مصافحہ مشروع ہے۔

تیسرا جواب: قاری سلام میں پہل بھی کر سکتا ہے اور سلام کا جواب بھی دے سکتا ہے کیونکہ اس سے منع پر کوئی شرعی دلیل ثابت نہیں ہے۔

اور سلام میں پہل اور جواب دینے کی مشروعیت کے دلائل میں اصل عموم ہی ہے، یہاں تک کہ اور دلائل سے اس کی تخصیص ثابت ہو جائے تو اس میں اہل علم کے یہی فتوے ہیں۔ ہم عنقریب بعض محققین علماء کے فتوے بھی ذکر کریں گے۔

امام نوی کتاب الاذکار: (ص:224) میں ابو الحسن الواحدی نے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: ''تلاوت میں مصروف شخص پر سلام کا ترک کرنا ہی اولی ہے اور جب اس پر کوئی سلام کہدے تو جواب زبانی دے یا اشارے سے''۔

پھر امام نوی کہتے ہیں اس میں نظر ہے اور ظاہر یہ کہ وہ اس پر سلام کہے اور اس پر لفظی جواب دینا فرض ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ اہل علم کے اقوال سے درست نہیں البتہ تائید کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ بعض مدعیان فتویٰ کی نظر کسی سطر پر ٹک جاتی ہے تو وہ اسی پر جھک جاتے ہیں اور اسے اصل اصیل بنا لیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی دلیل کیا ہے اور اسے کس نے قبول کیا ہے۔

(4) موذن کو سلام کہنا بھی سنت ہے

ایک تو مذکورہ دلائل کے عموم سے، اور چونکہ اذان میں بات کرنی جائز ہے تو سلام کا جواب دینا بطریقہ اولیٰ جائز ہے، ابن ابی شیبہ (1 212) میں سلیمان بن صرد سے روایت آئی ہے یہ صحابی ہیں، وہ چھاونی میں اذان بھی دیتے تھے اور آذان کے دوران اپنے غلام کو کام کا بھی کہتے تھے، حسن سے روایت ہے آئی ہے کہ آذان واقامت میں بات کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے، قتادہ اور عروہ بن الزبیر آذان میں کلام کیا کرتے تھے،

اسی طرح مصنف عبدالرزاق (1 468) میں بھی ذکر ہے، امام بخاری اپنی صحیح (1 76) میں باب الکلام فی الاذان میں فرماتے ہیں، سلیمان بن صرد نے اپنی اذان میں کلام کیا، اور حسن نے کہا:

''اذان واقامت کے دوران ہنسنے میں کوئی حرج نہیں'' پھر عبداللہ بن الحارث سے مسند حدیث ذکر کی ہے وہ کہتے کہ ابن عباس یوم ردا میں ہمیں خطبہ دیا جب موذن حی علی الصلوۃ کو پہنچا تو اسے حکم دیا کہ وہ الصلوۃ فی الرحال'' کہے۔

لوگ یہ سن کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو انہوں نے فرمایا، یہ فعل مجھ سے بہتر تخصیت نے کیا تھا اور یہ عزیمت ہے۔

فتح الباری(2 77)اسی طرح امام نوی نے الاذکار(ص:225)میں کہا ہے:

''مؤن کے لیے لفظ معتاد کے ساتھ جواب دینا مکروہ نہیں کیونکہ اس معمولی فعل سے اذان باطل ہوتی ہے، نہ اس میں خلل آتا ہے''

(5) عورتوں کو سلام کی سنیت

جب سلام کہنے کے لیے اور اسی طرح عورت کے لیے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس پر سلام کہنا جائز ہے اس کی دلیل متعدد احادیث ہیں جن میں ایک وہ ہے جو ابوداوٗد رقم: (5204)کتاب الادب السلام علی النساء میں اسماء بنت یزید سے اور سند اس کی صحیح ہے، ابن ماجہ رقم: (3701)الصحیحہ: (823)

دوسری روایت اسماء سے ہے وہ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ مسجد میں گزرے وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، اسے امام بخاری نے الادب المفرد میں (رقم: 1047)ابوداوٗد نے کتاب الادب میں اور ترمذی نے کتاب الاستیذان میں روایت کیا ہے۔ احمد نے (6 452-457-458)میں اور دارمی نے نکالا ہے۔

(6) عورتوں کا مردوں کو سلام کہنے کی سنیت:

ام ھانی فرماتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس گئی آپ اس وقت غسل فرما رہے تھے، میں نے آپ کو سلام کہا تو آپ نے فرمایا یہ کون ہے تو اس نے کہا میں ام ھانیٔ ہوں تو آپ نے مرحبا کہا۔ بخاری(2 42)کتاب الادب والاستیذان، مسلم(2)کتاب السلام، بخاری الادب المفرد(رقم:145)۔

اسی طرح امام بخاری الادب المفرد میں حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عورتیں مردوں پر سلام کہا کرتی تھیں رجوع کریں زادالمعاد: (2 27)۔

(7) بچوں پر سلام کی سنیت:

انس سے روایت ہے کہ وہ بچوں پر گزرے تو انہیں سلام کہا۔ اور پھر کہا نبی ﷺ ان کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے۔ بخاری(2 923)مسلم(2 214)۔

(8) کھانا کھانے والے پر سلام کی سنیت:

احادیث کے عموم سے بھی ہوتا ہے، اس کے علاوہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے سلام کہنے میں بخل کرے، الادب المفرد(رقم: 1041)تو سلام کے ساتھ بخل کرنا درست نہیں جب تک کہ صریح نہی وارد نہ ہو جو نہیں پائی گئی تو کھانے والوں پر سلام نہیں کہتا وہ نص رسول ﷺ سے بخیل ہے،

امام نوی الاذکار ص: (224)میں وہ احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جن میں سلام کہنا مکروہ ہے، کہ جب کھانا کھائے اور لقمہ اس کے منہ ہو (تو سلام نہ کہا جائے) ہاں اگر لقمہ منہ میں نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اور جواب دینا فرض ہے۔

میں کہتا ہوں کہ لقمہ منہ میں ہو تب بھی سلام کہنا جائز ہے کیونکہ لقمہ سالوں تک تو نہیں ٹھہرتا بلکہ دوسرے لمحے نگل جاتا ہے اور سلام کا جواب فوراً دینا تو ضروری نہیں کہ کسی بھی صورت اس میں تاخیر کی گنجائش نہ ہو۔

الشیخ الصحیحہ(1 310) رقم: (184)میں فرماتے ہیں: جب یہ (احادیث افشاء السلام) تم جان چکے تو یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ افشاء السلام جس کا حکم ہوا ہے کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور لوگوں نے سنت سے ناواقفی کی وجہ سے یا عمل میں سستی کی وجہ سے تنگ کر دیا ہے ان میں سے ایک نمازی پر سلام کہنا ہے اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ مشروع نہیں

بلکہ امام نووی   الاذکار میں اسے صراحتہ ذکر کیا ہے جبکہ کہ صحیح مسلم کی شرح میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ سلام کا جواب اشارے سے دینا مستحب ہے اور یہی سنت ہے ۔

نبی ﷺ پر نماز پڑھتے ہوئے صحابہ کا سلام کہنے کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں ، اور نبی ﷺ نے اس عمل کو برقرار رکھا اور سلام کا (اشارے سے) جواب دیا ، پھر ابن عمر کی حدیث ذکر کی پہلے گزر چکی پھر فرمایا :

''اس حدیث کی طرف امام احمد اور امام اسحٰق دونوں گئے ہیں '' ۔

اور امام مروزی   نے المسائل : ص (22) میں فرمایا : ''میں نے امام احمد کو کہا : قوم جب نماز پڑھ رہی ہو تو اس پر سلام کہا جا سکتا ہے ؟ ، تو انہوں نے کہا ، ''پھر بلال کا قصہ ذکر کیا جب ان سے ابن عمر نے پوچھا کہ (سلام کا) جواب کیسے دیتے تھے ؟ تو کہا ، ''اشارہ کر دیتے تھے ، ''اور یہی اختیار کیا ہے بعض محققین مالکیہ نے ۔

پس قاضی ابو بکر بن العربی العارضہ (2 162) میں کہتے ہیں : ''اور کبھی کبھی اشارہ نماز میں سلام کے جواب کے لیے ہوتا ہے اور کبھی کبھی نمازی کو پیش آنے والی کسی ضرورت کے لیے ہوتا ہے ، ''

اگر وہ نماز میں سلام کے جواب کے لیے ہے تو اس میں بہت سے صحیح آثار بھی ہیں جیسے قباء میں نبی ﷺ کا فعل وغیرہ ۔

پھر شیخ کہتے ہیں : تعجب ہے کہ امام نووی   الاذکار میں نمازی پر سلام کو صراحتا مکروہ کہنے کے بعد کہتے ہیں :

''اور نماز میں اشارے سے سلام کا جواب دینا مستحب ہے تلفظ درست نہیں '' ۔

میں کہتا ہوں : تعجب کی وجہ یہ ہے کہ جواب سلام کا استحباب کو مستلزم ہے اور اس کا عکس عکس کو کونکہ دونوں امور کی دلیل ایک ہی ہے اور وہ یہی حدیث یا اس کا ہم معنیٰ حدیث ہے ۔ تو جب سلام کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہے تو عین اس وقت نفس سلام کے استحباب پر بھی دلالت کرتی ہے ، اگر یہ مکروہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ بیان فرما دیتے اگرچہ جواب سلام میں عدم اشارے کے ساتھ کیونکہ یہ بات مسلم ہے ضرورت کے وقت سے بیان کی تاخیر جائز نہیں ۔ اور یہ واضح ہے ۔ الحمد للہ اور ان میں سے موذن اور قاری پر سلام کہنا ہے تو یہ بھی مشروع ہے ہے اور اس کی دلیل آگے گزر چکی ۔

جب نمازی پر سلام کا استحباب ثابت ہو چکا تو قاری اور موذن پر سلام کا کہنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے ۔

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے مسند میں ایک حدیث پڑھی تھی جس میں نبی ﷺ کا تلاوت میں مصروف جماعت پر سلام کہنے کا ذکر تھا اور اس مناسبت سے اس کا ذکر کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے اب تک نہیں ملی ۔

پھر وہ سلام کا جواب لفظوں میں دیں یا اشارے سے تو ظاہر پہلی بات ہی ہے ۔

امام نووی کہتے ہیں موذن کو سلام کا جواب معتاد لفظوں میں دینا مکروہ نہیں کیونکہ یہ معمولی عمل ہے ۔ الخ۔

اسی طرح انہوں نے (4 140) میں مختصر ذکر کیا ہے ۔

(9) مسجد میں موجود لوگوں پر سلام کیا جائے خواہ ذکر میں یا تعلیم میں مصروف ہوں یا نماز پڑھ رہے ہوں ۔

کیونکہ ابو ہریرہ   سے ثابت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا اور نبی ﷺ ایک کونے میں تشریف فرما تھے پھر اس نے آ کر آپ کو سلام کہا ، آپ ﷺ نے وعلیک السلام کہا ، ابن ماجہ رقم : (3659) لاتے ہیں مسئی الصلاۃ والی حدیث کا ایک حصہ ہ اور اس میں سلام کا ذکر تین بار ہے ۔ اور اسی طرح جواب بھی ۔ مشکوۃ (1 75) ۔

التیخ الصحیحہ (1 314) میں کہتے ہیں : ''اس میں مسجد میں موجود لوگوں کو سلام کہنے کی مشروعیت کی دلیل ہے''۔

اور مسجد قباء میں انصار کا نبی ﷺ پر سلام کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کا ذکر ہوچکا۔

اسکے باوجود ہم بعض متعصبین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس سنت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو اس خیال سے کہ یہ مکروہ ہے اہل مسجد پر سلام نہیں کہتے۔ جو کچھ ہم لکھ چکے اس میں ان کے لیے اور دوسروں کے لیے نصیحت ہے۔ والذکری تنفع المومنین، شرح مسلم (1 204) میں امام نووی نے سلام کے جواب میں اشارہ کرنے کو مستحب کہا ہے۔ سلام سے شریعت نے جن لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے وہ یہ ہیں :

کافر، فاسق، بتدع اور جو پیشاب کر رہا ہو۔

لیکن نبی ﷺ کافروں پر السلام علی من اتبع الھدیٰ ''کہہ کر سلام کہا کرتے تھے، جیسے کہ بخاری (1 5) میں ابن عباس کی حدیث ہے۔ اور فاسق کو سلام کہنے اور اس کے سلام کا جواب نہ دینے کی دلیل صحیحین میں کعب بن مالک کی حدیث ہے، ''وہ کہتے ہیں : میں نبی ﷺ کو سلام کہا کرتا تھا لیکن آپ جواب نہیں دیا کرتے تھے، اگرچہ کعب بہترین صحابہ میں سے تھے۔

اور بتدع سے ترک تعلق ضروری ہے جبکہ اس کی بدعت سے دفاع کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو تو اسے سلام کہہ کر عزت افزائی کیسے کی جاسکتی ہے۔

پیشاب کرنے والے پر کے عدم جواز پر دلیل بخاری کی حدیث ہے جو مشکوۃ (1 55) میں ہے ابو جھیم نبی ﷺ پر سلام کہا اور آپ پیشاب کر رہے تھے تو آپ نے جواب نہیں دیا پھر تیمم کر کے جواب دیا۔

فتح الباری (1 351) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیشاب کرنے والے پر سلام نہ کہا جائے اور نہ ہی سلام کا جواب دے۔ جو صریح اور صحیح دلائل اور مقنین علماء کے اقوال ہم ن ذکر کئے کہ سلام کا دائرہ وسیع ہے اسی لیے نبی ﷺ نے سلام عام کرنے کا حکم دیا، اس سے بعض متفقہ جو کچھ کہتے ہیں اس کا بطلان ثابت ہوا۔

جیسے ابن عابدین حاشیہ ردالمختار (414) میں کہتے ہیں کہ اکیس قسم کے لوگوں پر سلام نہ کہا جائے اور پھر اسے ابیات میں ذکر کرتے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے :

''سلام کا جواب فرض ہے سوائے اس کے۔ وہ نماز میں ہو، کھانے پینے میں مصروف ہو، قرأت دعا یا ذکر میں مشغول ہو، خطبہ یا تلبیہ میں مصروف ہو، قضائے حاجت کر رہا ہو، اذان دے رہا ہو یا اقامت کر رہا ہو، اسی طرح بچے کو سلام کہنا، یا بحالت نشہ کسی کو سلام کہنا، یا نوجوان عورت کو سلام کہنا کہ جس میں فتنے کا ڈر ہو، فاسق، اونگنے والا، سویا ہوا، حالت جماع میں، یا حاکم کے پاس فیصلہ لیجاتے وقت، یا وہ حمام میں ہو، یا دیوانہ ہو، یہ اکیس (21) ہوئے۔

ردمختار میں ہے، سلام کرنا تیرا مکروہ ہے ان پر جن کا ذکر تو عنقریب سنے گا۔ اور جو میں ظاہر کردوں ان کے بعد اوروں پر (سلام کہنا) مشروع و مسنون ہے۔ نماز پڑھنے والا، تلاوت کرنے والا ذکر کرنے والا، حدیث بیان کرنے والا خطیب اور وہ جس کی طرف کان لگا کر اس کی بات سنی جائے فقہ کا تکرار کرنے والا اور فیصلہ کرنے بیٹھا ہو، اور جو فقہ کی بحث میں مشغول ہوں تو انہیں چھوڑ دے تاکہ وہ نفع پہنچائیں، اذان کہنے والا، اقامت کہنے والا، تدریس کرنے والا،

اسی طرح اجنبی ہورتوں پر (سلام کہنے سے منع کرتا ہوں) اور شطرنج یا اس جیسا اور کوئی کھیل کھیلنے والے اور جوان کے کھیل سے متمتع ہو رہے ہوں، اور اسی طرح کافر کو بھی چھوڑ دو اور برہنہ کو اور جو قضائے حاجت کی حالت میں ہو تو اس پر سلام کہنا بری بات ہے۔ اسی طرح کھانا کھانے والا، لیکن اگر آپ خود بھوکے ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ وہ کھانے سے نہیں روکے گا (تو سلام کہہ کر اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوسکتے ہیں) اسی طرح گانے والا، استاد جو لوگوں کو اپنے گانے سے مبہوت کر رہا ہو۔ یہاں آکر ان کا ذکر ختم ہوا لیکن مزید بھی ہو تو آپ کو نفع دے سکتا ہے۔

میں کہتا ہوں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے ذہن اور فکر کے بل بوتے پر کسی چیز کو حلال قرار دے دیا حرام کرے یا مکروہ ومباح کرے جب تک شرعی دلیل نہ ہو، بلکہ کتاب وسنت کی بنیاد پر کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیا جا سکتا ہے ،اور فقہیان بے توفیق نے اپنے آپ کو شارع سمجھ رکھا ہے ۔اور دلیل دیکھے بغیر جسے چاہتے ہیں جائز قراردیتے ہیں ۔اور جسے چاہتے ہیں حرام گرودانتے ہیں ۔اللہ تعالی ان کا ان کرتوت پر محاسبہ فرمائے گا ،اور ہم تو الحمدللہ صرف دلیل کی تابعداری کرتے ہیں ،صراط مستقیم پر چلنے والوں کا یہی طریق ہے اور جو اس واہ سے بھٹکے گا اسے الہ تعالی کا عذاب آئے گا ۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ الدین الخالص

ج1ص171

محدث فتویٰ